

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سید الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالمعین حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

بیٹیوں پر خرچ کرنے کا بیان

حدثنا العلاء بن مسلمة ثنا عبد المجيد بن عبد العزيز عن معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ: من ابتلى بشئ من البنات فصبر عليهن كن له حجابا من النار. هذا حديث حسن صحيح ترجمہ: حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیٹیوں کی طرف سے کسی چیز پر مبتلا کیا گیا، پھر اس نے ان پر صبر کیا تو یہ (لڑکیاں) اس کیلئے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

سندی بحث:

علاء بن مسلمہ بن عثمان الرواس، یہ بتیم کے آ زادہ کردہ غلام ہیں۔ بغداد کے رہنے والے ہیں ان کی کنیت ابوسالم ہے۔ اور یہ راوی متروک الحدیث ہیں۔ ابن حبان نے اس کو وضع حدیث پر متعہم کیا ہے اور جب یہ معلوم ہوا کہ سند حدیث میں علاء بن مسلمہ متروک ہے تو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، یہ سند کے اعتبار سے تو درست نہیں ہو سکتا۔ تاہم اس حدیث کے لئے دوسرے شواہد بہت ہیں، تو دوسرے شواہد کی وجہ سے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تحسین کی ہے۔

عبد المجيد بن عبد العزيز یہ ابن ابی رزاد ہیں۔

حدیث کی توضیح و تشریح:

من ابتلى بشئ من البنات: من یا تو بیانیہ ہے اور شنی عدد سے کنایہ ہے اور اس تقدیر پر ابتلاء سے لڑکیوں کے نفس وجود پر ابتلاء و آزمائش مراد ہے۔ یعنی جو شخص بیٹیوں پر سے آزمائش و امتحان میں ڈال گیا، خواہ ایک لڑکی ہو خواہ دو ہوں یا زیادہ۔ اور اس آدمی نے ان لڑکیوں پر صبر کیا، تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے پردہ اور حجاب بن جائیں گی۔ یعنی ان کی وجہ سے شخص جہنم سے بچ جائے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عادیہ لوگ بیٹیوں

سے نفرت کرتے تھے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے: **وَإِذَا بَشَرٌ أَحَدَهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهَهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ۔ (النحل: ۵۸)۔**

ترجمہ: (یعنی) جب خبر ملے ان میں سے کسی کو بیٹی کی تو سارے دن رہے منہ اس کا سیاہ اور جی میں گھٹار ہے۔
یعنی جاہلیت کے دور میں لوگ لڑکیوں کے گھر میں پیدا ہونے کو عار سمجھتے تھے۔ اور جس کو لڑکی کی خوشخبری مل جاتی وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا تھا اور شرم کے مارے لوگوں کو منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ شریعت مقدسہ نے لوگوں کو ان جاہلانہ خیالات سے روکا اور بیٹیوں، بہنوں وغیرہ لڑکیوں کی پرورش اور ان کے پالنے کی ترغیب دی اور اس کو عبادت قرار دے دیا، گویا اس اعتبار سے لڑکیوں کا نفس وجود ہی ایک ابتلاء و آزمائش ہے۔

یا 'من ابتلی بشئ من البنات میں من ابتلاء یہ اور ابتلاء سے مراد لڑکیوں کے نفس وجود پر آزمائش و امتحان مراد نہیں ہے۔ بلکہ لڑکیوں کی طرف سے جو مشقت اور تکلیف، ایذا اور بدنامی وغیرہ ہوتی ہے یہ مراد ہے یعنی ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے برداشت کرے اور تمام کلفتوں کے باوجود لڑکیوں کی پرورش اچھے طریقے سے کرے اور ان کے ساتھ احسان، ہمدردی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے نجات کا ذریعہ بنے گی۔

حاصل یہ کہ جس آدمی کی بیٹیاں ہوں یا بہن ہوں اور باپ، بھائی وغیرہ ان کے لئے محنت مزدوری کر کے کما کر ان کو کھلاتا پلاتا ہے حالانکہ ان لڑکیوں سے عادیہ کچھ کمائی کرنے کی امید بھی نہیں ہوتی۔ نیز ان لڑکیوں کی وجہ سے عزت آبرو کو بھی خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ پس یہ شخص ان تمام غوم و افکار اور مصارف کو برداشت کرے اور ان لڑکیوں کی حفاظت اور تعلیم و تربیت پر صبر کرے تو اس کا یہ عمل اس کے لئے جہنم کی آگ سے حجاب بن جائے گا۔ پس یہ ایک بہترین عبادت ہے جو کہ جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے۔

حدثنا احمد بن محمد ثنا عبد الله بن المبارك ثنا معمر بن ابن شهاب ثنا عبد الله بن ابي بكر بن حزم عن عروة عن عائشة قالت: دخلت امرأة معها ابنتان لها فسألت فلم تجد عندي شيئا غير تمر فاعطيتها إياها فقسمتها بين ابنتيها ولم تأكل منها. ثم قامت فخرجت ودخل النبي ﷺ فأخبرته فقال النبي ﷺ: من ابتلى بشئ من هذه البنات كن له سترا من النار. هذا حديث حسن صحيح۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت ہمارے گھر آئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ تو اس نے سوال کیا (یعنی کھانے کے لئے کوئی چیز مانگی) لیکن اس نے میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کوئی چیز نہ پائی۔ تو میں نے وہ ایک کھجور اس کو دے دی۔ اس نے اس کو اپنی دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کیا اور خود اس نے نہ کھائی۔ پھر

وہ اٹھ کھڑی ہو کر باہر نکل گئی۔ اور جناب نبی کریم ﷺ اندر تشریف لائے۔ میں نے آپ ﷺ سے یہ واقعہ سنایا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ان بیٹیوں پر سے کسی طرح بھی امتحان میں ڈالا گیا تو یہ لڑکیاں اس کے لئے آگ سے پردہ بن جائیں گی۔

توضیح و تشریح: اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے ایک اثر انگیز واقعہ ذکر فرمایا ہے۔ ایک غریب و مسکین عورت کا ہمارے ہاں بھی بہت سے فقیر و مسکین عورتیں آتی ہیں۔ بعض بیوائیں ہوتی ہیں ان کے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے بھی ہوتے ہیں۔ اور ان کا کھلانے پلانے اور پرورش کرنے کے لئے کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ تو یہ غریب اور مسکین عورتیں سوال کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ ایسے بے سہاروں کے ساتھ ہمدردی اور ان کی مدد کرنا بڑے ثواب کی بات ہے۔

فلم تجد عندی شياً غیر تمرہ:

یعنی اس عورت نے میرے پاس صرف ایک کھجور کے علاوہ کوئی چیز نہیں پائی۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

علامہ عینیؒ نے یہاں ایک سوال وارد کیا ہے اور وہ یہ کہ عراق بن مالک نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جو روایت کی ہے اس میں اس طرح واقع ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی اور وہ اپنی دو بیٹیوں کو اٹھائی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو تین کھجور دیئے تو اس نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک کو خود کھانے کے لئے منہ میں لے جانے لگی تو ان دونوں بچیوں نے وہ ایک کھجور بھی اس سے مانگی تو اس عورت نے جس کھجور کو وہ خود کھانے کا ارادہ رکھتی تھی اسے بھی دو ٹکڑے کر کے دونوں بیٹیوں کو دے دیا۔ تو مجھے اس کی حالت بہت عجیب لگی (یعنی یہ ایثار مجھے بہت پسند آیا) پس حدیث باب میں ایک کھجور دینے کا ذکر ہے اور اس روایت میں تین کھجور دینا مذکور ہے تو دونوں روایتوں میں تطبیق کس طرح ہوگی؟

جواب میں علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے تو حضرت عائشہؓ کے پاس صرف ایک کھجور تھی تو انہوں نے وہی کھجور اس کو دے دی۔ بعد میں کہیں دواور بھی پالنے کو وہ دونوں بھی اس کو دے دیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث باب میں حضرت عروہؓ نے جو روایت کی ہے حضرت عائشہؓ سے اور اس میں ایک کھجور کا ذکر ہے۔ یہ علیحدہ واقعہ ہے اور عراق بن مالک نے جو روایت ذکر کی ہے۔ اور اس میں تین کھجور کا ذکر ہے وہ علیحدہ واقعہ ہے۔ لہذا اس پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ (تحفۃ الاخوانی) اور یہ آخری توجیہ زیادہ مناسب ہے اور قریب الی الصواب ہے۔

تھوڑی سی نیکی بھی حقیر نہ سمجھو: فاعطیتھا اناھا الخ

یعنی حضرت عائشہؓ نے وہی ایک کھجور اس کو دے دی۔ اور انہوں نے اس ایک کھجور کو حقیر نہ سمجھا کہ یہ تو

معمولی سی ایک کھجور ہے اس کے دینے سے کیا بنے گا، بلکہ انہوں نے دل کھول کر اس ایک ہی کھجور کا صدقہ کر دیا۔ اور پھر اس واقعہ کو دل کھول کر بیان فرمایا تا کہ پوری امت کو پہنچ جائے کہ اگر زیادہ کی طاقت نہ ہو تو معمولی سی چیز صدقہ کرنے میں بھی عار نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ یہ ایک نیک عمل ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا بدلہ دے گا۔ اور اس کے اخلاص کے مطابق اجر کو بڑھا دے گا، پس اس کو حقیر سمجھ کر چھوڑنا مسلمان کے لئے خسارہ اور نقصان ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (الزلزال: ۷)

ترجمہ: سو جس نے زرہ بھر بھلائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اتقوا النار ولو بشق تمرہ (الحديث)

ترجمہ: اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہو۔

نیز ایک روایت میں ہے: لا تحقرن من المعروف شيئا (الحديث)

ترجمہ: کسی بھی نیک عمل کو ہرگز حقیر اور معمولی نہ سمجھنا۔

لہذا نہ تو خود کسی بھلائی کو حقیر سمجھ کر چھوڑنا درست ہے اور نہ دوسروں کے نیک عمل کو معمولی سمجھنا جائز ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا وہ تھوڑا سا نیک عمل اور چھوٹا سا صدقہ، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہو، بعض منافقین کی منافقت کے اعمال میں سے یہ بھی تھا کہ وہ ان لوگوں پر ہنسی ٹھٹھا کرتے تھے جو کہ نادار تھے اور اپنی محنت و مشقت سے تھوڑا کچھ کم کر اللہ کی راہ میں بطور صدقہ پیش کیا کرتے تھے۔

للہ تعالیٰ نے سورہ التوبہ کی آیت میں ان کے اس عمل کا ذکر فرما کر اس پر ان کے لئے دردناک عذاب کی خبر سنائی۔ مومنوں کے لئے ایسے اعمال سے بچنا چاہیے۔

ولم تأكل منها:

اس عورت نے اس کھجور سے خود نہ کھایا، یعنی باوجود اس کے کہ وہ خود بھی بھوکی تھی کیونکہ یہ بعید ہے کہ اس کی معصوم بچیاں بھوکی ہوں اور وہ خود سیر ہو لیکن وہ خود بھوکی رہ کر اس کھجور کو دونوں بچیوں کو کھلایا۔

من ابتلى من هذه البنات من له سترهن النار:

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے اس عورت مسکین کا قصہ سن کر ارشاد فرمایا: من ابتلى الخ جو شخص ان بیٹیوں پر سے کسی طرح بھی امتحان میں ڈالا گیا تو یہ بیٹیاں اس کے لئے جہنم کی آگ کو روکنے والا حجاب اور پردہ بن جائیں گی۔

اس روایت میں بظاہر بیٹیوں کی بیعت سے امتحان میں مبتلا ہونے کو جہنم سے نجات کا سبب قرار دیا گیا ہے، حالانکہ صرف ابتلاء و آزمائش جہنم سے نجات کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ ابتلاء و امتحان پر نجات تب مرتب ہوتی ہے جبکہ

احسان کے لئے موافق شرع ہونا شرط ہے:

ہذا حدیث حسن صحیح: یہ حدیث بخاری، مسلم، احمد اور نسائی نے بھی روایت کی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی)

©rasailloraid.com

عبدالعزیز الراسی عن ابی بکر بن عبید اللہ بن انس بن مالک عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ: من عال جاريتين دخلت أنا وهو الجنة كهاتين و أشار بأصبعيه هذا حديث حسن غريب وقد روى محمد ابن عبید عن محمد بن عبد العزیز غیر حدیث بهذا الاسناد۔ وقال عن ابی بکر بن عبید اللہ بن انس و الصحيح هو عبید اللہ بن ابی بکر بن انس۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش اور تربیت کا بوجھ برداشت کیا، تو میں اور وہ اس طرح (اکٹھے) جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں (سبابہ اور وسطی) کو اشارہ فرمایا:

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور تحقیق یہ ہے محمد بن عبید نے محمد بن عبدالعزیز سے اس سند کے ساتھ صرف ایک حدیث روایت نہیں کی ہے (بلکہ بہت سی احادیث روایت کی ہیں) اور سند اس طرح ذکر کیا ہے: عن ابی بکر بن عبید اللہ بن انس۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ وہ ”عبید اللہ بن ابی بکر بن انس“ ہے۔

من عال جاريتين عال یعول۔ تربیت اور خرچ کا بوجھ اٹھانے کے معنی میں آتے ہیں اور عالمہ ان کو کہا جاتا ہے جن کے کھلانے پلانے، کپڑے دینے اور رہائش وغیرہ کی ضروریات آپ پر ہو۔

و أشار بأصبعیه: یعنی جناب رسول اللہ اپنی درمیانی اور سبابہ دو انگلیوں کو اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ شخص میرے ساتھ اس طرح جنت میں داخل ہوگا۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ ارشاد نبوی ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ جنت کو داخل ہونے میں اور اس کی طرف پہل کرنے میں وہ میرے ساتھ ہوگا اور یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جنت میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہوگا، انتہی۔ مثلاً ایک ریل گاڑی میں سفر کرنے والے ایک ساتھ جانے والے ہوتے ہیں، لیکن ریل کے ڈبے متفاوت ہوتے ہیں، بعض آگے ہوتے ہیں اور بعض پیچھے، بعض میں سہولت زیادہ ہوگی بعض میں کم۔ نیز بعض فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے والے ہوں گے اور بعض پیچھے کی سیٹوں پر۔ یعنی مراتب میں فرق پھر بھی موجود ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ سب مسافر ساقی کہلاتے ہیں اور ایک ساتھ سفر کرنے والے ہیں۔ اور دو انگلیوں سبابہ اور وسطی کو اشارہ کرنے سے بھی یہ مفہوم ہوتا ہے کیونکہ اس طرح فرق ان دونوں انگلیوں کے درمیان بھی موجود ہے۔ اور پیغمبر ﷺ کے ساتھ یہ مصاحبت بھی اس شخص کے اعزاز و اکرام کے لئے کافی ہے۔ اور اس سے یہ مطلب نہیں کہ بس ایک ہی مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: کہ تم کون سا عمل کر رہے ہو کہ میں جنت میں آپ کی جو توں کی آہٹ آگے سے سن رہا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت بلالؓ کا مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ سے بڑھا ہوا ہے، بلکہ بڑے رتبے والے آدمی کا خادم خاص ان سے آگے آگے چلتا ہے جیسا کہ آج کل بڑے حضرات کا پروٹوکول لیا جاتا ہے اور ان کے حدام حاصل ان سے آگے آگے چل کر راستے کی

رکاؤں کو دور کرتے ہیں۔ خطرات کا جائزہ لے لیتے ہیں وغیرہ۔ حضرت بلالؓ کا رسول اللہ ﷺ سے جنت میں آگے چلنا بھی خادم خاص ہونے کی حیثیت سے ہے۔

اس طرح بعض حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ دخلت انا وهو الجنة کھاتین کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیوں کی پرورش کرنے والا آدمی میدان محشر میں وزن اعمال، حساب کتاب اور پل صراط تمام خطرناک مواقف میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگا یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کو جنت میں داخل فرمادیں گے اور قیامت کے دن کے ہولناک مناظر اور خطرناک مواقف میں جناب رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کی وجہ سے یہ شخص ہر قسم کی دہشت اور خوف و خطر سے محفوظ ہوگا۔ حاصل ان توجیہات کا یہ ہے کہ اس شخص کا جنت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہونا مراد نہیں ہے بلکہ دخول جنت تک کے مراحل میں مصاحبت مراد ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

لیکن یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ یہ توجیہات حدیث مذکور کے ظاہری الفاظ کے اعتبار سے تو درست ہیں کیونکہ اس حدیث میں ”دخلت انا وهو الجنة کھاتین“ یعنی دخول فی الجنة کا ذکر صراحتہً موجود ہے، لیکن آئندہ باب میں یتیم کے پرورش کرنے والے کے بارے الفاظ اس طرح وارد ہے انا وکافل الیتیم فی الجنة کھاتین الخ تو اس روایت میں دخول جنت کا ذکر موجود نہیں ہے بلکہ ”فی الجنة“ فرمایا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یتیم کی پرورش کرنے والا شخص جنت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اکٹھے رہیں گے اور وہاں یہ توجیہات درست نہ ہوگی۔ پس جبکہ یتیم کی کفالت کرنے والا شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنت میں رہ سکتا ہے تو کیا حرج ہے کہ لڑکیوں کی پرورش کرنے والا بھی جنت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رہے۔ اور حدیث باب کا بھی یہی مطلب لیا جائے کہ وہ شخص جنت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو آنے والے باب کی حدیث میں ”فی الجنة“ عبارت حذف مضاف کے ساتھ ہے ائی فی دخول الجنة“ یعنی وہاں بھی دخول جنت میں مصاحبت مراد ہے تو حدیث باب کی مذکورہ توجیہات وہاں بھی جاری ہوں گی یا اگر عبارت حذف مضاف کے ساتھ نہ ہو تو انا وکافل الیتیم فی الجنة کھاتین“ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں (درمیانی اور سبابہ) کی طرح ہوں گے) کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کا مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ کے قریب ہوگا۔ اور ان کے درمیان کوئی اور مرتبہ نہ ہوگا جیسا کہ درمیانی اور سبابہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی انگلی نہیں ہے اور یہ توجیہ حدیث باب میں بھی جاری ہو سکتی ہے۔